کلیاتِ مکاتیبِ اقبال مرتبہ سید مظفر حسین برنی: تنقیدی جائزہ

(Critical Review of Collections of Iqbal's Letters Compiled by

Syed Muzaffar Hussain Barni)

DOI: https://doi.org/**10.54692/**nooretahqeeq.**2024.08012142**

ڈاکٹر عامر اقبال

Dr. Amir Iqbal
Assistant Professor, Department of Urdu
University of Sialkot, Sialkot

ڈاکٹر سبینہ اویس

Dr Sabeena Awais Awan
Associate Professor, Department of Urdu
Govt. College Women University, Sialkot

Abstract:

The work of research and criticism demands honesty and sincerity. The ideas of a thinker are preserved by editing his literary works. Syed Muzaffar Hussain Barni compiled Iqbal's letters which are considered as an important literary achievement because such letters always help the researchers to know about the literary trends of a particular era as well as the style and diction of the writer. There are both positive and negative critical opinions on his work. Compiling these letters was not an easy task. The scope of Iqbal's letters is very wide. It was very difficult to get them together. Mr. Barni completed this difficult compilation that made an easy access to Iqbal's letters. The work was lengthy, so there are some mistakes as well which have been identified. Barni's level of this effort builds new avenues of research and criticism. This has widened the scope of Iqbal Studies.

Keywords:

Iqbal, Iqbal Studies, Syed Muzaffar Hussain Barni, Literary Letters, Iqbal’s Letters, Research, Criticism, Compilation.

سید مظفر حسین برنی نے اقبال کے خطوط کو بڑی محنت اور جاں فشانی سے جمع کیا اور پھر انھیں تاریخی ترتیب سے درج کیا ہے۔ یقیناً اہلِ علم اس کاوش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے رہیں گے۔ اقبال کے خطوط ایک پوری دستاویز کی حیثیت سے محفوظ رکھے جاتے ہیں کیوں کہ انھوں نے اپنے خطوط کے ذریعے ملتِ اسلامیہ کے لیے دردمندی، ان کی علمی اور ذہنی

ترقی، ان کے ماضی کے عظیم کارناموں کی بازیافت، بعض اہم موضوعات پر مسلمانوں کے کیے ہوئے کام کو از سر نو زندہ کرنے، کچھ مسائل پر بزرگوں سے رہنمائی لینے اور متعدد نوجوانوں کو شعر و ادب، فلسفہ و سیاست، علم و فن کے سلسلے میں رہنمائی دینے کا فریضہ بھی ادا کیا۔ اقبال کے ان خطوط کا مقصد بھی مسلمانوں کی حیاتِ اجتماعیہ کی تشکیلِ نو کے اسباب کی دریافت تھی اور ان کے لیے خطوط کے ذریعے ایک راہِ عمل متعین کرنا، اقبال کے پیشِ نظر تھا۔

سید مظفر حسین برنی نے مکاتیبِ اقبال کو جمع کیا اور تمام خطوط چار مختلف جلدوں میں شائع کیے تو تحسین کے ساتھ ہی تنقید کا نشانہ بھی بنے۔ اغلاط کی بنا پر اس جدوجہد کو ان کے معاونین کی اور خود ان کی لاپروائی کی بدترین مثال کہا گیا۔ انھوں نے اپنے مددگاروں سے بے جا امید باندھی۔ ان کی ٹیم میں شامل مرتبین تحقید کے ہنر میں اتنے پختہ نہ تھے۔ اعتراض کرنے والوں نے تو یہاں تک کہا کہ وہ فرض شناس بھی نہ تھے۔ ان تمام خامیوں کے باوجود کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی تمام جلدوں کی اہمیت مسلّم ہے۔ پروفیسر عبدالحق نے اس کاوش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہا:

"اس دہائی کا میرے نزدیک ایک گراں قدر حاصل مظفر حسین برنی کی مرتب کردہ جلدیں ہیں۔ اقبال کے تقریباً چودہ سو خطوط کا یہ مجموعہ ایک یادگاری کارنامہ ہے"(۱)

اقبال کے خطوط برصغیر کے مسلمانوں کی مجموعی زندگی، سیاسی، علمی اور دینی حوالہ سے خاص مقام رکھتے ہیں اور یہ اقبال شناسی کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو اقبال کے خطوط میں بعض تصورات اور اشعار کی تشریح بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ برصغیر کی کسی بھی قد آور شخصیت کے خطوط اتنی بڑی تعداد میں آج تک منظرِ عام پر نہیں آئے جتنے اقبال کے خطوط سامنے آئے ہیں۔ شاید اقبال کے خطوط کچھ خاندانوں نے اب بھی محفوظ اور سنبھال کر رکھے ہوں گے اور وہ دینے کو بھی تیار نہیں۔ بہت سے خطوط ضائع بھی ہوئے ہوں گے۔ ان کے خطوط کا ایک المیہ یہ ہے کہ اقبال نے آخری دنوں میں بہت سے کاغذات جلا دیے تھے۔ وہ سب کاغذات موجود ہوتے تو ان کے خطوط اور ان کی نجی زندگی بہر کیف تقابلی مطالعے سے بہت سے معاملات پر روشنی ڈالی جاسکتی تھی۔ ان خطوط کی مدد سے اقبال کی سوانح نگاری کا کام اور بھی مستند صورت اختیار کرلیتا۔ ایسی ہی ایک صورت مولانا ابوالکلام آزاد کی "غبارِ خاطر" کے مطالعہ سے بھی ہمارے سامنے آتی ہے جس میں ان کی زندگی کے حالات شرح و بسط سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ مالک رام نے اس کے مقدمہ میں لکھا ہے:

"ان کے خاندان، ان کی تعلیم اور اس کی تفصیلات، عادات، نفسیات، کردار، امیال و عواطف، ان کے کردار کی تشکیل کے محرکات، ان سب باتوں پر جتنی تفصیل سے انھوں نے ان خطوط میں لکھا ہے اور کہیں نہیں ملتا۔ اور ان کے سوانح نگار کے لیے اس سے بہتر اور موثق تر اور کوئی ماخذ نہیں۔"(۲)

اقبال کے خطوط کا جائزہ لیں تو اقبال پر تنقید کرنے والوں، اقبال کی سوانح حیات اور اقبال پر ہونے والی تحقیق کے حوالہ سے لوگوں کو گراں قدر خزانہ میسر آسکتا ہے۔ ان کے مطالعہ سے مستفید ہو کر ماہرین اور اقبالیات کے طلبا و طالبات مطالعہ اقبال میں بیش بہا اضافہ کر سکتے ہیں۔ ان خطوط کی اہمیت یہ بھی ہے کہ ان میں اقبال نے خود اپنے خیالات پر روشنی ڈالی ہے اور انھوں نے صاف اور سادہ زبان میں اپنا نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔ ان خطوط کے مطالعہ سے ایک ایسا مردِ مومن اور عاشقِ رسولؐ منظرِ عام پر آتا ہے جو نہ صرف علم و فضل کا پیکر ہے بلکہ ایک دردِ دل بھی رکھتا ہے۔ وہ دل بھی عشقِ رسولؐ سے گداز رہتا ہے۔ اگر اقبال کے خطوط کا مطالعہ کر لیا جائے تو اقبال اور بھی محبوب ہو جاتے ہیں کہ جو زندگی کے ہر پہلو پر کچھ کہنے کی صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ خطوط کا مطالعہ کرنے سے اس بات کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ اقبال کا فکر اور ان کا ذہن آئنہ کی طرح صاف اور شفاف تھا۔ اور ان کے ایمان میں بھی پہاڑ کا سا استقلال تھا۔ اقبال دوستوں کی محفل میں خوش گفتار اور اپنے مزاج کی شگفتگی سے محفل کی رونق ہوتے تھے۔

سید مظفر حسین برنی کے مرتب کردہ ''کلیاتِ مکاتیبِ اقبال'' کی چاروں جلدیں اردو اکادمی دہلی نے شائع کی تھیں۔ ان کلیات کی تمام جلدیں ''جہلم بک کارنر: پاکستان'' سے بھی شائع ہوئی ہیں۔ یہ تمام جلدیں برنی یا ان کے کسی بھی با اختیار عزیز کی اجازت کے بغیر شائع کی گئیں۔ اسے ادبی بددیانتی قرار دینا چاہیے۔ اگرچہ سرقہ نویسی کے حوالہ سے باقاعدہ قوانین موجود ہیں مگر فکرِ اقبال کی تحقید میں سرقہ کے لیے علیحدہ قانون منظور کیا جائے تاکہ مراعات یافتہ طبقہ کی اجارہ داری ختم کی جاسکے۔ ''کلیاتِ مکاتیبِ اقبال'' کی دو جلدیں پاکستان میں ترتیب پبلشرز نے بھی شائع کی ہیں۔ اس کی باقی دو جلدیں شائع نہ ہو سکیں۔ ان کی اشاعت پر ڈاکٹر وحید عشرت نے دیباچہ قلم بند کیا تھا۔ انھوں نے ابتداً ایک مغربی تجزیہ نگار کے خیال سے کی ہے کہ بیسویں صدی کے جنوبی ایشیا کے مقدر کی تشکیل میں قائدِ اعظم، گاندھی اور پنڈت نہرو کے خطوط نے فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔ اس بات سے یہ واضح ہے کہ تجزیہ نگار نے برصغیر کی صورتِ حال کا درست جائزہ نہیں لیا ورنہ وہ کہتا کہ مسلم انڈیا کی تاریخ کا جو دھارا اقبال کے خطوط نے متعین کیا اس پر ہندوستان کے مقدر کا فیصلہ ہوا۔ اقبال کی فکر اور نظریے نے قیامِ پاکستان کی بنیاد رکھی۔ ان کے اس نظریے اور فکر کا اظہار عمومی طور پر ان کے تمام خطوط میں اور خاص طور پر قائدِ اعظم کے نام خطوط میں واضح طور پر موجود ہے۔

اقبال کے خطوط کا سب سے بڑا اعجاز برصغیر کے مسلمانوں کے دو قومی نظریے کو تہذیبی اور ثقافتی تشخص عطا کرنے میں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ مسلم قومیت یا نظریہ پاکستان کی تفہیم میں اقبال کے خطوط ایک بنیادی حوالہ ہیں۔ اقبال کے خطوط کی اہمیت کے پیشِ نظر ڈاکٹر وحید عشرت کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ اقبال کے خطوط کلیات کی شکل میں مرتب کیے جائیں اور اقبال کے خطوط کے مختلف مجموعوں کو یکجا کر کے ان کو سن وار ترتیب دے کر حواشی اور دیگر اشاریوں کے ذریعے شائع کیے جائیں۔ بعض اہم خطوط کا شانِ نزول اور حوالہ ضبط تحریر میں لایا جائے۔ وہ نادر خطوط بھی شائع کیے جائیں

جو منظرِ عام پر نہیں آئے۔ ان خطوط کے متون، حواشی، اشاریے تحریر کرنا کوئی ایک دو دن کا کام نہیں۔ چنانچہ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کو اس کی موجودہ صورت میں ایک بار شائع کر دینا مناسب تھا۔ البتہ اس پر تحقیق، ریسرچ اور حواشی کا کام ساتھ ساتھ جاری رکھا جاتا تب جا کر اتنا کام ہمارے سامنے آتا جو کہ مظہر حسین برنی نے کیا ہے۔

ڈاکٹر وحید عشرت نے اپنا موقف واضح کرتے ہوئے بتایا کہ "کلیاتِ مکاتیبِ اقبال" کا ایک بار اس صورت میں شائع ہونا بھی مفید رہے گا۔ ان کا خیال تھا کہ حواشی، تصحیح متن اور اشاریے وغیرہ کا کام اگر سید مظفر حسین برنی کلیات شائع نہ کرتے اور کسی محقق کے ہتھے چڑھ جاتے جیسا کہ اقبال نامہ کا تجربہ اکادمی کو ہوا تو بیس سال تک تو اس کے شائع ہونے کی نوبت نہ آتی لہٰذا جس صورت میں بھی یہ "کلیاتِ مکاتیبِ اقبال" ہمارے سامنے ہیں غنیمت ہے۔ کم از کم اقبالیات کے شائقین کو یہ خطوط یکجا دیکھنے کو ملے۔

ڈاکٹر وحید عشرت کی یہ خواہش تھی کہ ہندوستان سے شائع ہونے کے بعد پاکستان سے بھی ان خطوط کی اشاعت کی جائے۔ آپ نے لاہور کے ایک ادارے سے بات کی جو راضی ہو گیا پھر آپ نے مظہر حسین برنی کو خط بھی لکھا تو انھوں نے بھی جواب میں لکھا کہ اقبال اکادمی یہ "کلیاتِ مکاتیبِ اقبال" شائع کرے۔ ڈاکٹر وحید عشرت نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ترتیب پبلشرز کی تعریف کی کہ جس نے آگے بڑھ کر اس کام کا بیڑا اٹھایا اور کلیات کے مجموعے ان کی نگرانی میں لاہور سے اشاعت کے زیور سے آراستہ ہوئے۔

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ برنی نے تو ڈاکٹر وحید عشرت کو اقبال اکادمی سے شائع کروانے کے لیے دلچسپی کا اظہار کیا تھا جبکہ یہ دو مجموعے ترتیب پبلشرز نے شائع کیے جس پر ڈاکٹر وحید عشرت نے خوشی کا اظہار بھی کیا حالانکہ ۲۴۔ مارچ ۲۰۰۵ء کو دہلی میں برنی سے ہونے والی ملاقات میں میرے استفسار پر انھوں نے کہا تھا کہ میں نے پاکستان میں کسی کو اشاعت کا اختیار نہیں دیا۔ مگر پاکستان میں پہلی دو جلدیں شائع ہوئی ہیں اور ڈاکٹر وحید عشرت نے دیباچہ بھی لکھا۔ اس حوالہ سے ترتیب پبلشرز سے رابطہ کیا اور چند سوالات اپنے خط کے ذریعہ سے بھجوائے۔ راقم الحروف نے ان سے پوچھا تھا کہ باقی دو جلدوں کی اشاعت کا کیا بنا؟ ان تمام جلدوں کے حواشی تعلیقات کو علیحدہ کتب کی صورت میں شائع کرنے کا عندیہ دیتے ہوئے ترتیب پبلشرز کی شائع کردہ جلد اول کے دیباچہ میں ناشر کی طرف سے حاشیہ میں درج کیا گیا تھا:

> "اقبال کے مکتوب الیہم کے احوال اس مجموعے میں شامل نہیں ہیں۔ انھیں ترتیب پبلشرز کے زیر اہتمام ایک علیحدہ کتاب کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔"(۳)

راقم الحروف نے اپنے خط میں یہ بھی پوچھا تھا کہ اب یہ کام کہاں تک ہو چکا ہے؟ ترتیب پبلشرز نے حقوقِ اشاعت محفوظ کا اشارہ تو دیا ہے مگر مجھے ان حقوق کے حوالہ سے کوئی ایسی دستاویز فراہم نہ کی کہ جس سے ترتیب پبلشرز کے پاس انھیں شائع کرنے کا حق ملا ہو۔ پھر ان افراد کے حوالہ سے بھی چند باتیں پوچھی تھیں کہ جن کے نام اشاعت کا

اہتمام کرنے والوں کی فہرست میں دیے گئے تھے۔ ترتیب پبلشر ز نے اشاعت کا سال، مہینہ اور تاریخ وغیرہ دینے سے بھی گریز کیا۔ اس کے کیا مقاصد ہو سکتے ہیں۔ ترتیب پبلشرز سے رابطہ کی کوشش بھی کی مگر ان کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ درج بالا تمام سوالات ہنوز سوالیہ نشان رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر وحید عشرت نے اپنے دیباچے میں لکھا ہے کہ برنی کی اقبال پر بعض کتب جن میں انھوں نے بھارت کے سرکاری نکتہ نظر کی ترجمانی کی مجھے پسند نہیں آئی بلکہ میں نے ان پر بھرپور تنقید کی تھی جو اقبالیات میں تبصرے کی صورت میں شائع ہوئی۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ برنی کی کوئی "بعض کتب" نہیں ہیں کہ جن کا ذکر ڈاکٹر وحید عشرت نے کیا ہے۔ پھر نہیں معلوم کہ ڈاکٹر وحید عشرت نے "ان پر" بھرپور تنقید کیسے کر دی۔ مظہر حسین برنی نے بھوپال میں ایک خطبہ دیا تھا۔ جو کتابچہ کی صورت میں "اقبال اور قومی یک جہتی" کے نام سے منظرِ عام پر بھی آیا تھا۔ اس کے دوسرے ایڈیشن میں کچھ اضافہ کیا گیا جو "محب وطن اقبال" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس سے پہلے والے ایڈیشن "اقبال اور قومی یک جہتی" پر ڈاکٹر وحید عشرت نے یوں تبصرہ کیا:

> "کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی صرف ترتیب، حواشی ٗرجال اور مکاتیب کی اشاریہ سازی بجائے خود ایک علمی کارنامہ ہے۔ اس پر برنی صاحب جس قدر بھی اترائیں انھیں حق حاصل ہے"(۴)

"کلیاتِ مکاتیبِ اقبال" کی اشاعت پر ڈاکٹر وحید عشرت نے سید مظفر حسین برنی اور اُردو اکادمی دہلی کا شکریہ ادا کیا تھا اور اس عظیم کام کی اشاعت پر مبارک باد بھی پیش کی۔ وہ ترتیب پبلشرز، لاہور کے ممنونِ احسان بھی تھے کہ انھوں نے اس عظیم علمی سرمائے کو اقبال کے پاکستانی قارئین تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا اور اس کے لیے اپنا وقت اور سرمایا وقف کیا۔ دیباچہ میں ڈاکٹر وحید عشرت نے یہ بھی لکھا تھا کہ وہ صرف اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اقبال کے خطوط خواہ وہ نجی ہیں یا علمی اور سیاسی حالات و معاملات کے بارے میں وہ علم کا ایک بحرِ ذخار ہیں۔ ہمیں یہ خطوط مختلف حوالوں سے معلومات فراہم کرتے ہیں۔ انھوں نے باقاعدہ عنوانات دے کر ان کی وضاحت بھی کی۔ موضوعات کی ترتیب میں ڈاکٹر وحید عشرت نے خطوط کو پہلے سوانح عمری کے اہم درجہ پر مقرر کیا ہے۔ اس کے بعد پھر فن شاعری کے خطوط اس کے بعد مباحثانہ خطوط کے حوالہ سے اقبال کے خطوط کی اہمیت اجاگر کی ہے۔ بعدازاں فلسفیانہ اور علمی مسائل کے حوالہ سے اقبال کے خطوط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پاکستان کے لیے اقبال کی جنگ ایک خاص موضوع ہے۔ اگر اقبال کے خطوط کو ان عنوانات کے حوالہ سے بھی مرتب کیا جاتا تو بھی بہت بہتر ہوتا مگر مظہر حسین برنی کی کاوشیں ان تمام خوبیوں سے بھی بالاتر ہیں اور ڈاکٹر وحید عشرت نے کئی مقامات پر برنی کی کاوشوں کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں سراہا ہے۔ اقبالیات کے لیے خطوطِ اقبال کے اس ذخیرہ کو اہم قرار دیا ہے۔ یقیناً آنے والے دور کے محققین اس سے استفادہ ضرور کرتے رہیں گے۔ ان تمام باتوں کے باوجود ڈاکٹر وحید عشرت نے سید مظفر حسین برنی کے مرتب کردہ "کلیاتِ مکاتیبِ

اقبال" کو سراہا اور برنی کے لیے احترام کے جذبات کا اظہار کیا کہ برنی نے اقبال کے خطوط کے گلدستے کو نئی تزین و آرائش دی۔ حواشی لکھے، اشاریے مرتب کیے اور مفصل مکتوب الیہ کے بارے میں معلومات دیں۔ اس سلسلہ میں برنی نے بہت پاپڑ بیلے، رابطے کیے تب کہیں گوہر مقصود ہاتھ آیا۔ "کلیاتِ مکاتیبِ اقبال" میں جو مقدمہ مظہر حسین برنی نے رقم کیا ہے ڈاکٹر وحید عشرت نے اسے نہایت اہم اور علمی دستاویز قرار دیا۔ اپنے دیباچے میں ڈاکٹر وحید عشرت نے اشاعتی ادارے کے لیے کلمہ تحسین ادا کیا مگر اشاعتی ادارے کا سنِ اشاعت شائع نہ کرنا بہت سے مسائل کو جنم دے گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ برنی کی مرتب کردہ پہلی جلد کئی بار شائع ہوئی تھی۔ اب یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ "ترتیب پبلشرز" نے کون سی اشاعت کو بنیاد بنایا اور کب اُسے شائع کیا ہے۔ امید ہے باقی دو جلدوں کو بھی پاکستان میں شائع کیا جائے گا اور حواشی، تعلیقات وغیرہ کے کام کا وہ وعدہ جو ترتیب پبلشرز نے کیا ہے وہ بھی وفا کریں گے۔

سید مظفر حسین برنی کے مرتبہ کلیات مکاتیبِ اقبال پر جہاں تعریف ہوئی وہاں اسے تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ پاکستان میں تحسین فراقی نے آڑے ہاتھوں لیا تو ہندوستان میں پروفیسر عبدالحق نے مظہر برنی پر تنقید کی۔ پروفیسر عبدالحق سے راقم کا قلمی رابطہ ہے جو اس وقت شروع ہوا جب غالب اکیڈمی نئی دہلی کے سیکرٹری ڈاکٹر عقیل احمد نے ایک خط ۲۵ مئی ۲۰۰۵ء کو مجھے ارسال کیا تھا۔ اس سے قبل مارچ ۲۰۰۵ء میں میری ملاقات ڈاکٹر عقیل احمد سے اس وقت ہوئی تھی جب میں غالب اکیڈمی نئی دہلی گیا تھا۔ انھوں نے پروفیسر اسلوب انصاری کی کتاب بھی مجھے پاکستان بھجوائی تھی۔ ڈاکٹر عقیل احمد سے ان ہندوستانی ماہرین کے نام بھی مانگے تھے جنھوں نے اقبال پر کام کیا ہو۔ میرے خط کے جواب میں ڈاکٹر عقیل احمد نے مجھے چند پتے ارسال کیے تھے جن میں پروفیسر عبدالحق کا پتا بھی تھا۔ میں نے جن افراد کو خط لکھے ان میں سے صرف پروفیسر عبدالحق کا جواب موصول ہوا۔

پروفیسر عبدالحق کا نام ہندوستان کے ہی نہیں بلکہ پاکستان کے ماہرینِ اردو ادب اور ماہرین اقبالیات کے لیے کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ نے ایم۔ اے اردو اور ایم۔ اے فارسی کے علاوہ اردو میں پی ایچ۔ ڈی بھی کی ہے۔ آپ سابق صدر شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی، وزٹنگ پروفیسر جواہر لال نہرو یونیورسٹی نئی دہلی، وزٹنگ پروفیسر کشمیر یونیورسٹی سری نگر اور آل انڈیا یونیورسٹی اردو ٹیچرز ایسوسی ایشن کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ انھوں نے ۲۔ اگست ۲۰۰۵ء کو میرے اس خط کا تفصیلی جواب دیا جس میں درخواست کی تھی کہ میں ہندوستان میں اقبالیات کے حوالہ سے کام کرنا چاہتا ہوں۔ پروفیسر عبدالحق نے علم و دانش کے جو پھول نچھاور کیے تھے یقیناً میرے قلب و ذہن کے لیے فصل بہاراں ثابت ہوئے۔ آپ نے اپنے خط میں مصروفیات کا ذکر کیا مگر امید بھی دلائی اور مجھے تسلی بھی دی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس خط کو پڑھنے کے بعد میرے اندر ہندوستان کے حوالہ سے تحقیق کا حوصلہ بڑھا۔ اقبال شناسی کے لیے پروفیسر عبدالحق نے میری معاونت کی ہے۔ آپ نے مجھے یہ بھی اطلاع دی تھی کہ میں نے جن اشخاص سے ملاقات کی ان کی حیثیت مسلم ہے۔ برنی تھوڑی شدبد رکھتے

ہیں۔ یہ ہیں پروفیسر عبدالحق کی وہ باتیں جو مجھے برنی کی اقبال شناسی کی راہ پر لے گئیں۔

پروفیسر عبدالحق کا مضمون "اقبال کی تحریروں میں تحریف و تعبیر" اقبال اکادمی پاکستان۔لاہور کے "اقبالیات" جنوری ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا جو انتہائی ضخیم ہے۔ آپ نے اپنے اس مضمون میں ڈاکٹر مشفق خواجہ کے کام کو تحریف و تنسیخ کی مثالوں سے بھی پُر قرار دیا۔ اقبال کی نظم ونثر کے حوالہ سے ڈاکٹر عبدالحق نے یہ بھی واضح کیا کہ اس دور میں بھی راویوں کی غیر صحت مند صورتِ حال سے کیسے عبرت ناک نتائج بر آمد ہوئے ہیں۔ اس کا اندازہ اقبال کے خطوط سے کیا جا سکتا ہے۔ اقبال کی ہر سطر کو محفوظ کرنے کے لیے جو کاوش کی گئی ہے وہ بھی تحقیق کی دلچسپ داستان پیش کرتی ہے۔ اس حوالہ سے اقبال کے خطوط کی تلاش و ترتیب کا کام سرِفہرست ہے۔ پروفیسر عبدالحق کے بقول:

> "تقریباً سولہ سو سے زائد خطوط کی اشاعت ہو چکی ہے۔ جو ایک حیرت انگیز واقعہ ہے اور خطوط میں ہی سب سے زیادہ غلطیاں در آئی ہیں۔ یہ غلطیاں دو طرح کی ہیں۔ اصل خطوط کے پڑھنے میں اور نقل کرنے میں مرتبین کی لاپروائی یا کم نظری نے گل کھلائے ہیں۔ یا پھر خطوط میں دانستہ طور پر جعل اور تحریف شامل ہے۔ ممنون حسن خاں مرحوم کے نام منسوب خطوط بھی تحریف شدہ ہیں۔ پروفیسر عبدالحق کے مطابق یہ خطوط اصلاً ڈاکٹر راس مسعود کے لیے لکھے گئے ہیں۔ ان خطوط کے اصل متون کی باز آفرینی اور تحقیقی مطالعہ نے ایک نئی راہ کی نشاندہی کی ہے۔"(۵)

خطوط میں نجی زندگی کے ساتھ جلوت وخلوت کے افکار و اسالیب بہت ہی واشگاف انداز میں بیان ہوتے ہیں اور یہ بات خاص طور پر "اقبال کے خطوط سر راس مسعود" کے نام سے عیاں ہے۔ پھر کسی مفکر کے تمام و کمال تجزیے کے لیے ان کے خطوط ناگزیر بن جاتے ہیں۔ اقبال کے معاملے میں یہ خطوط ان کی شعری تخلیقات کی تفہیم کے لیے بھی بڑے معاون ثابت ہوئے ہیں۔ ان کی فکر و نظر کے کئی ایسے پہلو ہیں جن کا ذکر اشعار میں نہیں ملتا۔ وہ خطوط میں آشکار ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ خطوط کی جمع و تدوین پر خاطر خواہ توجہ دی گئی ہے۔ ان خطوط میں جعل سازی بھی کی گئی ہے جو قابلِ مذمت ہے۔ اقبال کے خطوط میں گمراہی پیدا کرنے کی نازیبا بدنیتی بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ ڈاکٹر لمعہ حیدرآبادی کے نام منسوب خطوط کا جعل ماسٹر اختر کی کاوشوں سے طشت ازبام ہو چکا ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اتنا بڑا جعل اردو ادب کی تاریخ میں شاذ و نادر ہی سرزد ہوا ہو۔

ڈاکٹر تاثیر نے بھی انھیں مشتبہ اور مشکوک قرار دیا تھا۔ اقبال کے معروف ماہرین بھی لمعہ کے جعل کے مغالطے میں آ گئے تھے۔ پروفیسر عبدالحق نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان ٹھوس شہادتوں کے باوجود مظفر حسین برنی نے "کلیاتِ مکاتیبِ اقبال" کی ترتیب میں ان خطوط کو شامل متن رکھا اس طرح پروفیسر عبدالحق کے نزدیک برنی نے تحقیق کا مذاق اڑایا ہے۔ اقبال کے خطوط کی ترتیب و جمع و اشاعت کا یہ سب سے اہم اور مفید کارنامہ ہے۔ اس

طرح پروفیسر عبدالحق نے برنی کی کاوشوں کو تو سراہا ہے مگر اس کام کو تحقیق و تدوین کی اعلیٰ کاوشوں سے عاری اور سہل پسندی کا مظہر قرار دیا ہے۔ پروفیسر عبدالحق کی رائے یہ ہے کہ برنی نے جن معاونین کی خدمات حاصل کی ہیں' انھوں نے احتیاط سے کام نہیں لیا۔ خطوط کے عکسی متون کی نقل و قرأت میں بڑی فاحش غلطیاں راہ پا گئیں۔ پروفیسر عبدالحق نے طنزاً کہا ہے کہ مزے کی بات یہ ہے کہ بعض اہلِ قلم نے اسے مستند قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی نے ایک مبسوط تبصرہ شائع کر کے ان غلطیوں کی نشاندہی کی ہے جس کی روشنی میں مرتب نے آخری جلد میں سو صفحات کا صحت نامہ تیار کیا اور ڈاکٹر تحسین فراقی کے شکریے کے بغیر ابتدائی جلدوں کی ان غلط عبارتوں کی تصحیح فرمائی۔

پروفیسر عبدالحق کا اعتراض اپنی جگہ مگر مظہر برنی نے کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی جلد چہارم کے دیباچہ میں ڈاکٹر تحسین فراقی کا شکریہ ادا کیا ہے۔[۶] پروفیسر عبدالحق نے برنی پر اعتراض کیا کہ ڈاکٹر لمعہ کے خطوط کو شامل ہی رکھا۔ اس بات پر پروفیسر عبدالحق نے افسوس کا اظہار کیا ہے جتنا بڑا کام تھا اتنی ہی بڑی غلطیاں راہ پا گئیں۔ پروفیسر عبدالحق کا گلہ اپنی جگہ مگر برنی نے لمعہ کے خطوط شامل کرنے کا ثبوت دیا ہے۔ اس ثبوت کے باوجود مختار مسعود نے اپنے والدِ محترم عطاء اللہ شیخ کے مرتب کردہ "اقبال نامہ یک جلدی" میں لمعہ کے خطوط کو نکال باہر کیا ہے اور لمعہ کے جھوٹا ہونے کی وضاحت بھی کی ہے۔ مظہر حسین برنی نے جو تواریخ دی ہیں پروفیسر عبدالحق کے خیال میں ماہ و سال کی متعدد غلطیاں اضافے کے طور پر شامل وہ گئی ہیں۔ جملوں میں من مانی تحریف کی وجہ سے مفہوم بھی کہیں کہیں خبط ہو گیا ہے۔ فسادِ متن کی ایسی مثالیں شاید ہی کہیں ملیں۔ جعل و فساد سے بھرپور متون کی کارفرمائی ہر دور میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ دین دھرم کی الہامی کتب بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ اقبال سے منسوب بہت سے ملفوظات بھی استناد کے منتظر ہیں جو بربنائے عقیدت اقبالیات میں شامل ہیں۔

خطوط کے سلسلہ میں یہ اچھی سہولت ہے کہ ان کے ایک بڑے حصے کی عکسی تحریریں دستیاب ہیں جن کی صحیح قرآت کی جا سکتی ہے۔ اقبال کی تحریروں کو پڑھنا قدرے مشکل بھی ہے۔ مظہر حسین برنی اور ان کے مددگار تحریر بھی نہ پڑھ سکے۔ پروفیسر عبدالحق نے اس بات پر شدید غصے کا اظہار کیا کہ سینکڑوں غلطیوں سے معمور کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کے مرتب سید مظفر حسین برنی نے انتساب میں اپنے بارے میں "حریفِ مئے مردافگنِ تحقیق" کی ادعائیت سے تحقیق و تدوین کو شرمسار کیا ہے۔ پروفیسر عبدالحق اپنے ایک خط میں برنی صاحب کے حوالے سے کہتے ہیں:

> " میں ایک ماسٹر اور وہ ایک گورنر یا چیف سیکرٹری یا سیکرٹری۔ افسر اور پھر مسلم آئی۔اے۔ایس یہاں وزرا اور حکام سے بھی بالاتر ہوتے ہیں۔ اب وہ بستر علالت پر ہیں۔ ملنا جلنا بھی موقوف ہے "[۷]

یہ تو پروفیسر عبدالحق کا خیال ہے کہ مشتہری نے مظفر حسین برنی کو اقبال شناس بنا دیا۔ اس لیے کہ وہ بڑے افسر

ہیں یا تھے ان کے نزدیک برنی صاحب کی تخلیق "اقبال محبِ وطن" ایک کتابچہ وہ بھی طفلانہ نقطۂ نظر کا ترجمان۔ وہ کہتے ہیں کہ "کلیاتِ مکاتیب اقبال" سرے سے ان کا کام ہی نہیں ہے۔ یہ ان کی افسرانہ سہولتوں کے طفیل انجام پا سکا۔ جن لوگوں سے کام لیا یا کام کروایا ان کو توحق الخذمت تک نہیں ادا کیا۔ پروفیسر عبد الحق کہتے ہیں کہ خود میرے شاگرد ڈاکٹر توقیر احمد خاں، ان کے دس ہزار روپے نہیں ادا کیے۔ کلیات کا بڑا کام مرحوم نثار احمد فاروقی کا ہے۔ ان کی دوسری اور کوئی تصنیف نظر میں نہیں ہے۔ سب مجوزہ ہی معلوم ہوتے ہیں ایسے ہی اقبال اکیڈمی بھی ان کی ذات تک محدود تھی۔ سال میں کبھی کبھار ایک لیکچر دلوا دیا کرتے تھے۔ ہندوستان کے ادبی حلقوں کا خیال تھا کہ برنی صاحب نے اردو کو دھیلے بھر کا کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ علاوہ ازیں انھوں نے دہلی اردو اکیڈمی سے رائیلٹی کے طور پر کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کے پچاس ہزار روپے حاصل کیے۔

تحقیق کے لیے لازم ہے کہ انسان کو اگر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تو ہرگز نہ گھبرائے۔ اگر انسان گھبرا کر ہمت ہار بیٹھے تو تحقیقی کام کبھی آگے نہیں بڑھتا بلکہ محقق پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر جھانکنا شروع کر دیتا ہے۔ سید مظفر حسین برنی پر الزام تھا کہ انھوں نے ڈاکٹر توقیر احمد خاں کے دس ہزار روپے نہیں دیے۔ ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے ایک فون کے جواب میں تفصیل سے بتایا کہ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی پہلی تین جلدوں پر انھوں نے نثار فاروقی اور راشد کے ساتھ مل کر کام کیا۔ ان ناموں کا ذکر برنی نے اپنے مقدمے میں بھی کیا ہے۔ ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے بتایا کہ دو سال تک شدید محنت کی۔ اقبال کے خطوط کی نقول سے خوب توجہ اور غور وخوض کر کے لکھا۔ برنی نے پہلی جلد کا معاوضہ مبلغ = / ۳۰۰۰ تین ہزار روپے بھی دیے۔ مگر دوسری اور تیسری جلد کا معاوضہ ادا نہ کیا۔ ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے فرمایا کہ پھر میں نے تیسری جلد کے بعد کام نہ کیا۔ گویا کہ دوسری اور تیسری جلد کا معاوضہ نہیں ملا۔ اس وقت شریف الحسن نقوی جو کہ فاؤنڈر سیکرٹری تھے، ان سے رابطہ کیا تو انھوں نے کہا کہ برنی سے لکھوا لائیں۔ ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے بتایا کہ ہم برنی کے پاس گئے تو انھوں نے کہا کہ آپ تحریر لکھ لائیں میں دستخط کر دوں گا۔ ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے کہا کہ جب تحریر بنا کر ہم دستخط کے لیے گئے تو برنی نے دستخط کرنے سے انکار کر دیا کہ میں اس کا مجاز نہیں ہوں۔ راقم الحروف نے ڈاکٹر توقیر احمد خاں سے پوچھا کہ دوبارہ آپ اردو اکیڈمی دہلی گئے؟ ان سے پوچھا؟ تو جواب دیا کہ دوبارہ اردو اکیڈمی والے بلاتے رہے مگر میں نہ گیا۔ راقم الحروف نے پوچھا کہ کیا رقم دس ہزار روپے تھی تو ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے فرمایا کہ ایک جلد کے تین ہزار دیے تھے باقی دو جلدوں کے کام اور محنت کے حوالہ سے آپ اندازہ لگالیں تقریباً اتنے ہی بنتے ہیں۔

ہریانہ میں "اردو اکادمی" کے قیام کے حوالہ سے بھی ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے برنی کی کاوشوں کا اعتراف کیا۔ راقم الحروف نے ان سے یہ بھی سوال کیا کہ ہریانہ اردو اکادمی نے برنی ایوارڈ کا اجراء کیا تھا وہ اب بھی چل رہا ہے؟ مگر ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے واضح کیا کہ وہ برنی کی کاوشوں سے ضرور شروع ہوا مگر اس کا نام "اقبال سمان" ہے جو اب بھی ہر

سال دیا جاتا ہے۔ مزید گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر توقیر احمد خاں نے تحقیق کے معیار کی حد درجہ تعریف کی اور کہا کہ اپنی تحقیق کے لیے "راقم الحروف" نے پاکستان سے ہندوستان فون پر رابطہ کیا اور دہلی ہندوستان کی بات پاکستان کے دور دراز علاقے تک پہنچی ہے اور اس کی تصدیق یا تردید کے لیے فون کیا گیا۔ واقعی تحقیق کے لیے اتنا بلند معیار انھوں نے کبھی کہیں نہیں دیکھا۔(۸)

نتائج بحث

کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کے شائع ہونے پر ان کے بارے میں مثبت اور منفی دونوں قسم کی رائے ماہرینِ اقبالیات میں پائی جاتی ہے۔ مگر دونوں قسم کی رائے سے یہ بات عیاں ہے کہ سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی واقعی اقبالیات میں اہمیت کی حامل ہے اور اسے تحقیق کے لیے موضوع بنا کر اقبال کے خطوط کے حوالہ سے لوگوں کی تشنگی کم ضرور ہوئی ہے۔ اتنے بہت سے خطوط کا حواشی اور تعلیقات سمیت منظرِ عام پر لانا کوئی ماہر اقبال شناس ہی یہ کارنامہ سرانجام دے سکتا تھا اور اس کامیابی کا سہرا بجا طور پر سید مظفر حسین برنی کے سر ہے۔ انھوں نے جان جوکھوں میں ڈال کر اتنا اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔ شائقین اقبالیات ہمیشہ ان کے شکر گزار رہیں گے۔ انھوں نے اقبال کے خطوط کو نیا رنگ دے کر ہمارے سامنے پیش کر دیا۔ تحقیق کی راہیں کبھی بند نہیں ہوتیں۔ ان پر مزید تحقیق کی راہیں کھلی ہیں۔ کوئی بھی اقبال شناس یا طالبِ علم ان خطوط کو نیا زاویہ دے سکتا ہے اور پھر اقبال کی سوانح حیات کے لیے یہ ایک عمدہ ترین ماخذ ہوگا۔

حوالہ جات

۱۔ عبد الحق، پروفیسر، اقبال اور اقبالیات، سری نگر: میزان پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص:۱۵۷

۲۔ ابوالکلام آزاد، مولانا، غبارِ خاطر (مقدمہ: ملک رام)، لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۰۶ء، ص:۱۳

۳۔ اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، لاہور: ترتیب پبلی کیشنز، س۔ن، ص:۱۵

۴۔ ایضاً

۵۔ عبد الحق، پروفیسر، اقبال کی تحریروں میں تحریف، اقبالیات، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۰۵ء، ص:۱۸

۶۔ اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، ایڈیشن:۴ (مرتبہ: سید مظفر حسین برنی) دہلی: اردو اکیڈمی، ۱۹۹۸ء، ص:۳۴

۷۔ عبد الحق، پروفیسر مکتوب بنام محمد عامر اقبال، یکم فروری ۲۰۰۸ء، مشمولہ، سید مظفر حسین برنی کی اقبال شناسی، تحقیقی مقالہ ایم فل اقبالیات، اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۹ء، ص:۱۰۴

۸۔ توقیر احمد خان، ڈاکٹر، ٹیلی فونک گفتگو، محمد عامر اقبال، ۱۰۔ فروری ۲۰۰۸ء، ۶ بجے شام